بُرقعہ

پھاڑ دو یہ مسخ پردہ چہرہء انسان سے
طیش میں آتی ہے میری فکر اس عنوان سے
پیروانِ دین کو ہرگز حجاب آتا نہیں
فکرِ نو کا رُخ کبھی کیوں تاب دکھلاتا نہیں؟
ہر طرف برُقعے میں جو محبوس ہے زن بے خیال
ہورہے ہیں سر بہ سر ایجاد ملّت میں وبال
یوں لگا ہے چہرۂ زن پر سیاہی کا یہ داغ
گلشنِ فکر وعمل کا بے سبب اجڑا ہے باغ
چشم ، لب ، ابرو ، جبیں نادم ہیں اپنے نام سے
خوش ہے کیسے زن مسلماں اپنے اس انجام سے؟
اِس ڈھکے چہرے سے اسمِ زندگی غائب ہے آج
گرمیءتہذیبِ ملّت جہل کی تائب ہے آج
دیکھیے یوروپ میں یہ منظر سڑک پر صبح و شام
آہ یہ کیسا مَرض ، کس کا ہے فتویٰ اور کلام؟
چلتا پھرتا راہ میں برقعہ ہے زندانِ سیاہ
کررہی ہے زن بہر کیف اپنی قسمت سے نباہ
گفتگو کرنا اسے لبِ خند سے آتا نہیں
گوہرِ لُطفِ نَفَس آب اپنا دکھلاتا نہیں
گرمیء خورشید اسکا جسم گرماتی نہیں
در چمن بادِ صبا زلف اسکی لہراتی نہیں

چہرہء فکر و ثقافت پر پڑی ہے اک نقاب
خشک ہے گلزارِ ہستی ، خشک ہے دریائے آب
شعر و موسیقی کُجا ، فکر و نظر کا ذکر کیا
ہاں کجا علم و ادب ، تعلیمِ نو کی فکر کیا
نے کسی سے گفتگو ، نے بحث و تدبیرِ حیات
غیر حاضر ہے نَفَس سے زندگی کا ہر ثبات
ہو نہیں سکتا کفن کی اس سیاہی سے خروج
قوتِ مسمارِ اسلامی ہے در موجِ عروج
دو سوراخوں سے عیاں دو چشمہائے بے گُماں
اس زنِ قیدی کو ہو احساسِ دنیا پھر کہاں
غائب اسکا صفحہء تقدیر ، غائب اعتماد
غائب اسکی زندگی سے فکرِ نو کا ہر جہاد
ساز و نغمہ ، قہقہہ ، دکھلائے فکر و فن کی چھب
ایسے کوئی دن نہیں اسکے ، نہ ایسی کوئی شب
زندگی کے راستوں پر وہ کبھی چلتی نہیں
اسکی تدبیروں کی کوئی دال بس گلتی نہیں
ایک بچہ گود میں اک پیٹ میں اک راہ میں
گابھ ہوجاتی ہے زن ہر سال اسکراہ میں

7 September 2010

England

برقعہ : ع ز وارثؔ